انسانی احوال کی اصلاح کا قرآنی منہاج

The Quranic Methodology of Human Reform

محمد اصغر جاوید [i] برہان الدین [ii]

Abstract

Reform is an intelligible term of Holy Quran which is poles apart of brawl. To wash out the brawl born out of beliefs, prayers, good manners and social matters is called reform. God sent His prophets to finish the evil deeds prevailing in the society. Those Prophets brought righteousness in the evil society. The reform is essential to keep the society morally strong and stable. It is the Sunnah of the Prophets. The reform is done in the society when evil practices are created in the society. If the society is ruled by the way of Holy Quran, the matters of life though related to prayers, social matters about rights or ethics do not go wrong any way. The success of life here and hereafter lies in adopting the way of Quran.

Key words: Reform, Holy Quran, God, Prophets, society, prayers, morally.

. **تعارف:** حضور ﷺ کے خاتم الانبیاء اور حامل ختم الوحی ہونے سے ہدایت ربانی کی ترسیل کا سلسلہ ہمیشہ کیلئے اپنے منتہائے کمال کو پہنچ گیا۔ انسانیت اب اپنے وجودِ بیمار کو حیاتِ نو دینے کیلئے نئی بعثت کی محتاج نہیں رہی۔ کیونکہ قرآن کریم کو حدودِ زماں و مکاں کے اثرات سے پاک کرکے خاتم الوحی کا منصب بخشا گیا۔ اور ہمیشہ کیلئے اس کتاب مقدس کی ہدایت دہی کے محفوظ ہونے کو موعود کر دیا گیا۔ یہ خوش بختی امتِ مسلمہ کے حصے میں آئی ہے کہ وہ اس ہدایت ربانی کی وارث ہے۔ انسانی احوال کی اصلاح کے دیگر ذرائع اصلاح پر قرآن حکیم کو اس لیے برتری اور فوقیت حاصل ہے۔ کہ جو کسی اور ذریعہ میں موجود نہیں، یعنی:

- قرآن حکیم اپنی معنوی وسعت اور اثر انگیزی میں بے مثال ہے

---

[i] چیرمین شعبہ اسلامیات، لاہور یونیورسٹی، پاک فتن شریف کیمپس۔

[ii] پی۔ ایچ۔ ڈی سکالر: شعبہ اسلامیات، عبد الولی خان یونیورسٹی مردان

- قرآن حکیم اطلاقی لحاظ سے زمانی تفرقات ثلاثہ (ماضی۔حال اور مستقبل) کا احاطہ کرتا ہے۔
- قرآنِ حکیم انسانی شعور کے ارتقائی پہلو کو مستحضر رکھتا ہے۔
- قرآن حکیم اپنی ثقاہت کی تصدیق خود کرتا ہے۔
- قرآنِ حکیم کی اثرانگیزی آفاقی، غیر متبدل اور ابدی ہے۔

یہ منصب امت مسلمہ کا ہے کہ وہ اصلاح کے اس قرآنی اسلوب پر خود بھی کاربند رہ کر اپنے مقصود حقیقی کو پائے اور اس کے نشر و فروغ میں بھی اپنا کردار ادا کرے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جب سے امتِ مسلمہ نے اصلاح کے اس قرآنی اسلوب سے راہِ فرار اختیار کیا تو قانونِ قدرت کے تحت دولتِ ایام کا اثر امتِ مسلمہ پر ہوا۔ دورِ نبوت و خلافتِ راشدہ کے مثالی زمانے کے بعد جس جس دور میں بھی جس جس حوالے سے امتِ مسلمہ نے اصلاح کے قرآنی اسلوب سے انحراف کیا۔ تو وہ شعبہ حیات زوال کا شکار ہوتا گیا۔ ملتِ اسلامیہ اپنے عظیم دورِ اقتدار کے بعد جب زوال کا شکار ہونا شروع ہوئی تو جہاں اس کے زندگی کے دیگر شعبے زوال کی لپیٹ میں آئے تو وہاں ہی دین کے مختلف شعبوں خصوصاً قرآن و سنت کے ساتھ ہمارے تعلق اور فہم کے حوالے سے بھی زوال کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اور ہمارے قلب و عمل میں قرآن و سنت کے حوالے سے بے یقینی پیدا ہونے لگی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امتِ مسلمہ کی انفرادی، اجتماعی، قومی اور بین الاقوامی زندگی میں اصلاح کی اثرانگیزی مفقود ہو گئی بلکہ عالمی سطح پر امت اِجابت بھی قرآنی ہدایت کے فیضان سے قاصر نظر آنے لگی۔ اصلاح کے قرآنی منہج و اسلوب سے لا تعلق رہنے کیوجہ سے امتِ مسلمہ پر درج ذیل اثرات مرتب ہوئے۔

- معاشرے میں مذہبی اور روحانی اقدار بتدریج زوال کا شکار ہوتی چلی گئیں۔
- مسلم معاشرے میں ایمانی حقائق اور روحانی اقدار کی جگہ مادہ پرستی اور مادی فکر نے لے لی۔
- ایمان، عقیدہ اور اسلام کے بنیادی تصوارت کے مسخ ہو جانے کے سبب سے عملی زندگی میں اسلام کے مؤثر ہونے کا تصور دھندلا ہوتا چلا گیا۔ ایسے حالات میں اشد ضرورت ہے کہ اصلاح کے قرآنی اسلوب کے ساتھ امت مسلمہ کے علمی و فکری تعلق کو پھر سے بحال کیا جائے۔ کیونکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور یہ قیامت تک آنے والے انسانوں کی ہدایت اور ان کی ظاہری و باطنی اصلاح و فلاح کیلئے نازل ہوا ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن و حدیث کا موضوع ہی انسانی نفسیات کی اصلاح ہے۔ تو آیئے سب سے پہلے اصلاح احوال کے لغوی و اصطلاحی معانی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ذیل میں لفظ اصلاح کا مادہ (Root Word) اس کے لغوی واصطلاحی معنیٰ کی وضاحت کی جاتی ہے۔

لفظ اصلاح کا مادہ:

اصلاح کا مادہ "صلح" ہے جو کہ "فَتَحَ یَفْتَحُ" اور "نَصَرَ یَنْصُرُ" دونوں سے آتا ہے۔ اور بعض آئمہ لغت نے اس کو باب "کَرُمَ یَکْرُمُ" سے بھی بیان کیا ہے۔ اکثر آئمہ نے اس کا معنیٰ "فساد کو دور کرنا" بیان کیا ہے۔

لغوی معنیٰ:

۱۔ لسان العرب: صاحب لسان العرب اصلاح کے درج ذیل معانی بیان کرتا ہے۔

صلح الصلاح ضد الفساد، صلح یصلح و یصلح صلاحاً و صلوحاً والاصلاح نقیض الافساد[1]

صلح، الصلاح سے مشتق ہے جو کہ فساد کی ضد ہے۔ یہ باب فتح اور نصر سے آتا ہے اس کا مصدر صلاحاً اور صلوحاً اور اصلاح کا معنیٰ فساد کے الٹ ہے۔

۲۔ الصحاح: حماد جوہری نے اصلاح کے مادے اور معنیٰ کے بارے میں درج ذیل وضاحت کی ہے۔

صلح، الصلاح ضد الفساد تقول، صلح و یصلح صلوحاً مثل دخل یدخل دخولاً قال الفراء، وحکی اصحابنا: صلح ایضاً بالضم و الاصلاح نقیض الفساد[2]

صلح، الصلاح سے ہے فساد کی ضد ہے جیسے تو کہے صلح یصلح صلوحاً، جیسے دخل یدخل دخولاً، فراء نے کہا: ہمارے اصحاب نے بیان کیا کہ صلح ضمہ کے ساتھ بھی آتا ہے اور اصلاح فساد کے اُلٹ ہے۔

۳۔ تاج العروس: عربی لغت تاج العروس میں درج ذیل معنیٰ بیان ہوا ہے۔

صلح (الصلاح ضد الفساد) وقدیوصف بہاالأمۃ ولا یوصف بہاالانبیاء والرسل علیہم السلام ، وقد (صلح کمنع) وھی افصح علی القیاس[3]

صلح، الصلاح سے مصدر ہے جو کہ فساد کی ضد ہے، اور تحقیق اس کو امت سے متصف کیا جاتا ہے، انبیاء اور رسل کو اس سے متصف نہیں کیا جاتا۔ اور صلح یصلح، منع یمنع کی طرح ہے اور علی القیاس اسی میں فصاحت ہے۔

۴۔ المنجد: عربی لغت المنجد میں اصلاح کی درج ذیل لغوی بحث کی گئی ہے۔

صلح یصلح صلاحاً و صلوحاً ضد فسد زال عند الفساد یقال (صلحت حال فلان، ای زال عنھا الفساد)[4]

صلح باب فتح سے ہے، اس کا مصدر صلاحاً اور صلوحا دونوں طرح آتا ہے۔ اس کا معنی فساد کے الٹ ہے گویا اس سے فساد دور ہوا جیسے کہا جاتا ہے فلاں کے حال کی اصلاح ہوئی یعنی اس سے فساد زائل ہوا۔

۵۔ مفردات الفاظ القرآن: امام راغب اصفہانی نے اصلاح کے بارے میں درج ذیل وضاحت کی ہے۔

صلح : الصلاح ضد الافساد وہی مختصان فی اکثر الاستعمال بالأ فعال وقوبل فی القرآن تارۃ بالفساد وتارۃبالسیئۃ[5]

صلح، الصلاح سے ہے جو کہ فساد کی ضد ہے اکثر طور پر یہ دونوں باب افعال سے استعمال ہوتے ہیں۔ اور قرآن پاک میں کبھی فساد اور کبھی برائی کے مقابل استعمال ہوتے ہیں۔

٦۔ المورد: جدید عربی انگلش قاموس المورد میں اصلاح کا معنیٰ Reformation بیان ہوا ہے اور اصلاح کرنے والا (مصلح Reformer) کہلاتا ہے۔[6]

٧۔ Oxford: Oxford advance learner میں Reformation درج ذیل معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

agitat for, bring about, a change that removes [7]

اصلاح کا اصطلاحی معنیٰ و مفہوم:

اصلاح کا لفظ عام فہم اور کثیر الاستعمال ہے تمام آئمہ لغت نے اصلاح سے درستگی ہی کا مفہوم مراد لیا ہے۔ اس لیے اس کے اصطلاحی معنیٰ میں بھی لغوی معنیٰ پائے جاتے ہیں۔ ذیل میں اس کے اصطلاحی مفہوم کے حوالے سے چند آئمہ کے اقوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

١۔ ابن کثیر: مفسر حافظ ابن کثیرؒ نے اصلاح سے مراد وہی معنیٰ لیے ہیں جو کہ صلح سے متعلق ہیں۔ مندرجہ ذیل آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

واللہ یعلم المفسد من المصلح ای یعلم من قصدہ و نیّتہ الافساد اوالاصلاح [8]

اللہ تعالیٰ بخوبی نیت اور ارادہ کے فساد یا اصلاح کو جانتا ہے۔

٢۔ روح البیان: علامہ حقی اپنی تفسیر روح البیان میں اصلاح کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فان فساد القلوب فی رؤیتہ غیر الحق و صلاحھافی رؤیۃ الحق [9]

دلوں کا فساد غیر حق کے دیکھنے میں ہے اور اصلاح قلوب حق کو دیکھنا ہے۔ گویا صاحب تفسیر نے بھی اصلاح کو فساد کے مقابل استعمال کیا ہے۔

٣۔ تفسیر الحسنات: صاحب تفسیر الحسنات نے اصلاح کے مندرجہ ذیل معنیٰ بیان کیے ہیں۔

اصلاح، صلح سے بنا ہے اس کے معنیٰ ہیں درستگی اور اصلاح سے جانی، مالی، نفسانی اور روحانی درستگی مراد ہے۔[10]

٤۔ تفسیر نعیمی: مشہور اردو تفسیر، تفسیر نعیمی میں اصلاح کا درج ذیل معنیٰ بیان کیا گیا ہے۔

اصلاح کا معنیٰ درستی ہے، یہ فساد کا مقابل ہے، اصلاح سے جانی، مالی، نفسیاتی، روحانی ساری درستگیاں مراد ہیں۔[11]

٥۔ تفسیر منہاج القرآن: صاحب تفسیر منہاج القرآن نے اصلاح کی تعریف یوں بیان کی ہے۔

عقائد و نظریات، اعمال و افعال کے جس نظام سے طرز زندگی اور سوسائٹی میں عدل و انصاف کی اقدار قائم رہیں، اسی حالت کو اصلاح کہتے ہیں۔[12]

٦۔ **خواجہ میر درد:** خواجہ میر درد نے تصوف سے متعلق اپنی کتاب "علم الکتاب" میں اصلاح کے مندرجہ ذیل معنیٰ بیان کیے ہیں۔

"اصلاح سے مراد دل کی اصلاح ہے، پس جس نے درست کرلیا اپنے دل کو پس وہ نیک اور مصلحین میں سے ہے[13] ۔

انیسویں اور بیسوی صدی میں اصلاح کے لفظ کو بہت زیادہ استعمال کیا گیا ہے اس کے بارے میں قاسم محمود لکھتے ہیں۔

"اصلاح کے لفظ کو بعض لوگوں نے "تجدید دین" کے مفہوم میں بھی استعمال کیا ہے، جس کا مطلب اسلامی معاشرے سے ہر قسم کے مشرکانہ افعال اور بے ہودہ رسموں کا قلع قمع کرنا ہے۔ نیکی اور بھلائی کی ترغیب پیدا کرنا ہے، اٹھارویں صدی کے بعد سے اب تک مختلف اسلامی ملکوں میں جو آزادی اور تجدید دین کی تحریکیں اٹھیں۔ انہوں نے اس اصطلاح کو کثرت کے ساتھ اپنایا اور اس کا بھرپور استعمال کیا۔" [14]

لغوی اور اصطلاحی تعریفات کے جائزے کے بعد واضح ہوتا ہے کہ "اصلاح" عقائد، اخلاق، عبادات اور معاملات میں پیدا ہونے والی خرابیوں کو دور کرنے کا نام ہے۔

لفظ اصلاح کا استعمال قرآن پاک میں: اصلاح کا لفظ قرآن کریم میں سات مختلف مقامات پر آیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلاَحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ [15]

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلاَحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ [16]

اور آپ سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرما دیں: ان (کے معاملات) کا سنوارنا بہتر ہے۔

إِلاَّ مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلاَحٍ بَيْنَ النَّاسِ [17]

سوائے اس شخص (کے مشورے) کے جو کسی خیرات کا یا نیک کام کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دیتا ہے۔

إِنْ أُرِيدُ إِلاَّ الإِصْلاَحَ مَا اسْتَطَعْتُ [18]

میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے (تمہاری) اصلاح ہی چاہتا ہوں۔

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُواْ إِصْلاَحًا [19]

اپنی زوجیت میں لوٹا لینے کا حق زیادہ ہے اگر وہ اصلاح کا ارادہ کر لیں۔

إِن يُرِيدَا إِصْلاَحًا يُوَفِّقِ اللّهُ بَيْنَهُمَا [20]

اگر وہ دونوں (مُنصِف) صلح کرانے کا اِرادہ رکھیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرما دے گا۔

وَلاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَا [21]

اور زمین میں اس کے سنور جانے (یعنی ملک کا ماحولِ حیات درست ہو جانے) کے بعد فساد انگیزی نہ کرو۔

وَلاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَاذَلِكُمْ خَيْرٌلَّكُمْ [22]

اور زمین میں اس (کے ماحولِ حیات) کی اصلاح کے بعد فساد بپانہ کیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

اصلاح قرآن پاک کی ایک عام فہم اصطلاح ہے، جو قرآن مجید میں فساد کے مقابل استعمال ہوتی ہے۔

اصلاح کی ضرورت و اہمیت: اصلاح قرآن و حدیث کی ایک اصطلاح ہے۔ اور بڑی شرح و بسط کے ساتھ انسان کو اس کے منصب سے آگاہ کرنے اور اس کے بگڑے ہوئے احوال و افعال کی اصلاح کرنے کو بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران میں فرمایا۔

الاالذین تابوامن بعد ذلک وأصلحوا [23]

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنی اصلاح کی۔

اسی طرح سورۃ الاعراف میں فرمایا

وَلاَ تُفْسِدُواْ فِي الأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَاذَلِكُمْ خَيْرٌلَّكُمْ [24]

اور زمین میں اس (کے ماحولِ حیات) کی اصلاح کے بعد فساد بپانہ کیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

سورۃ الاعراف کی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں امام ماوردی فرماتے ہیں۔ "اصلاح کے بعد فساد فی الارض کے بارے میں چار اقوال ہیں"

۱۔ اصلاح ایمان کے بعد فساد کفر برپانہ کرو۔ ۲۔ اصلاح اطاعت کے بعد نافرمانی کا فساد نہ کرنا۔

۳۔ اصلاح عدل کے بعد فساد ظلم نہ کرو۔ ۴۔ بقائے حیات کے بعد قتل مومن کا فساد برپانہ کرنا[25]۔

بعثتِ انبیاء اکرام علیہم اسلام کا مقصد

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور محبوب انبیاء و رسل کی بعثت کا مقصد جہاں کفر و شرک کا خاتمہ ہے وہاں انسانی احوال و افعال میں پیدا ہونے والے بگاڑ کی اصلاح کرنا بھی ہے۔

احمد مصطفی المراغی لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے انسانی حالت کی اصلاح کیلئے انبیاء و رسل کو مبعوث کیا۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد سلسلہ نبوت اپنے اختتام کو پہنچا۔ حضور ﷺ نے عقائد، اخلاق و آداب کی اصلاح و ہدایت کی اور یہ اصلاح نہ صرف روحانی تھی بلکہ جسمانی بھی تھی[26]۔

الدکتور وھبۃ الزحیلی :

"بعثت انبیاء کا مقصد اصلاح بیان کرتے ہوئے الدکتور وھبہ الزحیلی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اصلاح واحوال کیلئے رسول مبعوث ہوئے اور مصلحین نے انکی اتباع کی [27]۔

گویا انبیاء ورسل کی بعثت کا مقصد جہاں اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا تھا وہاں پر ان کے بگڑے ہوئے احوال کی اصلاح کرنا بھی انکی ذمہ داری میں شامل تھا۔

سنت انبیاء کرام علیہم السلام

اصلاح کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ ہر نبی نے اپنے پیروکاروں کو دعوت الی الحق اور اصلاح احوال کی طرف بیک وقت متوجہ کیا۔

حضرت ھودؑ کے بارے میں قرآن پاک کے الفاظ ہیں۔

إِنْ أُرِيدُ إِلاَّ الإِصْلاَحَ مَا اسْتَطَعْتُ

میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکتا ہے (تمہاری) اصلاح ہی چاہتا ہوں[28]۔

صاحب کشاف اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

ماأريدالاأن أصلحكم بموعظتي و نصيحتي و أمري بالمعروف و نهي عن المنكر [29]۔

میرا کوئی ارادہ نہیں سوائے اس کے کہ اپنے وعظ و نصیحت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے تمہاری اصلاح کروں۔

امام شوکانیؒ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں؛

ماأريدبالامر و النهى الا الاصلاح لكم و دفع الفساد فى دينكم و معاملا تكم [30]۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے میرا کوئی اور ارادہ نہیں سوائے تمہاری اصلاح کے اور تمہارے دینی دنیاوی معاملات سے فساد کو دور کرنے کے

نجات کا ذریعہ

اصلاح کی اہمیت اس بات سے بھی واضح ہوتی ہے کہ بعض لوگ اپنی حد تک تو اصلاح کرتے ہیں لیکن دوسروں میں نیکی نہیں پھیلاتے۔ وہ خود تو بدی سے بچتے ہیں لیکن معاشرے میں بدی کو برداشت کرتے رہتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض لوگوں کی نیکی

اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ دنیا میں نیکی کو مٹتے اور بدی کو فروغ پاتے ہوئے دیکھیں وہ نیکی اختیار بھی کرتے ہیں اور اسے دوسروں میں پھیلاتے بھی ہیں۔

اسی طرح اگر معاشرے میں بدی ہوتے دیکھیں اور اس سے سمجھوتہ کرلیں تو اللہ کا عذاب ان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

عن هيثم قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: مامن قوم يعمل فيهم بالمعاصى ثم يقدرون على أن يغيرواثم يغيرواالايوشک ان يعمهم الله منه بعقاب [31]

جس کسی قوم میں خدا کی نافرمانی ہوتی رہے اور اس میں ایسے لوگ موجود ہوں جو اس کو بدل سکتے ہیں اور پھر بھی وہ نہ بدلیں تو بہت جلد اللہ ان پر اپنا عذاب بھیج دے گا۔

ایک دوسری روایت میں فرمایا۔

حدثنا سيف قال سمعت عدى بن عدى الكندى يحدث عن مجاهد قال سمعت رسول الله ﷺ؛ ان الله عزوجل لا يعذب العامة بعمل الخاصةفيروالمنكربين ظهراينهم وہم قادرون على ان ينكروه فلا ينكروه فاذا فعلوا ذلک عذاب الله الخاصةوالعامة

مجاہد سے روایت ہے وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل (بد) کیوجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا تا آنکہ وہ اپنے درمیان منکر کو دیکھیں اور قدرت کے باوجود اس کو نہ روکیں۔ پس جب ان کی روش یہ ہو جائے تو خدائے تعالیٰ خواص اور عوام پر اپنا عذاب نازل کر دیتا ہے۔

یہ احادیث ظاہر کرتی ہیں کہ خدا کا عذاب یا تو کسی قوم کے اُن لوگوں پر آتا ہے جو منکرات میں مبتلا ہوں یا ان لوگوں پر جو منکرات کو مٹانے کی طاقت کے باوجود ان کو مٹانے کی کوشش نہ کر رہے ہوں۔

امت کی ذمہ داری

اس صورت میں مختلف امتوں اور خصوصاً امت مسلمہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اصلاح احوال کی اپنی سی کوششوں میں ذرہ بھر بھی کمی نہ کرے۔ باوجود اس کے کہ قرآن پاک نے حق و باطل کی داستانیں بیان کرتے ہوئے یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب کوئی گروہ اصلاح احوال کی کوشش کرتا ہے تو اس کے خلاف اصحاب غرض قدم قدم پر مشکلات پیدا کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں فرمایا: فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ [32]

ایسے لوگوں کے بعد وہ لوگ آئیں گے جن لوگوں نے اپنی نمازوں کو ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی۔

ایسے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنا اور ان کے غلط اثرات کو پھیلنے سے روکنا، ان لوگوں کی ذمہ داری ہے جو صحیح معنی میں خدا پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اگر ایسے قبیح حالات میں بھی کسی کے اندر اصلاح کی تڑپ نہیں پیدا ہوتی اور وہ اس صورت حال کو بدلنے کیلئے بے چین نہیں ہوتا تو اس کا ایمان خطرے میں ہے۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر مومنین کے فریضے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [33]

اور مومن مرد اور مومن عورتیں ان میں سے بعض کی دوست ہیں جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

اصلاح کی ضرورت اس لیے بھی محسوس ہوئی ہے کہ جب انسان اس دنیا میں آنے کے مقصد سے انحراف کرلیتا ہے تو اس کے نتیجے میں وہ صراط مستقیم سے دور ہو جاتا ہے۔ اور اپنی تخلیق کے مقصد کو بھی بھول جاتا ہے۔ نتیجتاً وہ اپنے نفس کی اتباع کرنے لگ جاتا ہے جس کے نتیجے میں اصلاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

اصلاح کی اہمیت اوراحادیث مبارکہ

کتاب مبین میں جس طرح اصلاح کے فریضے کی ضرورت واہمیت بیان کی گئی اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ کی متعدد احادیث مبارکہ سے بھی اصلاح کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں حضور ﷺ نے اسلام کے اجنبی ہونے کا بیان کیا ہے کہ جب اصلاح کی ذمہ داری سے لوگ غافل ہونے لگیں گے تو اسلام غیر مانوس ہو جائیگا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث ہے جس میں حضور ﷺ نے فرمایا؛

بدأ الاسلام غريبا و سيعودكما بدأ غريبأفطوبى للغرباء [34]

اسلام غریب شروع ہوا تھا اور عنقریب اجنبی رہ جائے گا پس خوشخبری ہے غریبوں کیلئے۔

دین کے اجنبی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت کے وقت جس طرح جاہلیت کا غلبہ تھا، اسی طرح بعد کے دور میں جاہلیت کا غلبہ ہو جائیگا۔ ذہنوں پر افکار چھا جائینگے ۔ چنانچہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ جن کو آپ خوشخبری دے رہے ہیں وہ کون ہیں؟

تو حضور ﷺ نے فرمایا

أناس صالحون فى أناس سوء كثير من يعتصمهم أكثر ممن يطيعهم [35]

یہ وہ نیک لوگ ہیں جو ان کثیر لوگوں میں تھوڑے ہیں جو نافرمانی کرتے ہیں۔

اسی طرح دین کے اجنبی ہونے کا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ تھوڑے لوگ ہونگے جو اصلاح کا کام کریں گے۔ یہ خدا کے وہ نیک بندے ہونگے جو تاریکی میں روشنی کا چراغ جلاتے ہیں اور اندھیری رات میں بھٹکے ہوئے مسافروں کو منزل کا پتہ دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے ذریعے بگڑے ہوئے انسانوں کو راہ ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ ان کو مصلحین کا لقب دیا گیا ہے اور جب نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ مصلحین کون ہیں؟ تو حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

الذین یصلحون ماافسدالناس من سنتی [36] وہ (مصلحین) اصلاح کریں اس بگاڑ کی جو لوگ میری سنت میں پیدا کردیں۔

اُمت کی ہلاکت کا سبب جب کسی امت کے لوگ اصلاح احوال کی ذمہ داریوں سے غافل ہونے لگیں تو ہلاکت و بربادی ان کے سروں پر منڈلانے لگتی ہے۔ اس کی وضاحت حضور نبی اکرم ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے حضرت زینب بنت جحشؓ نے پوچھا۔

أنھلک و فینا الصالحون، قال نعم اذاکثر الخبث [37]

کیا ہم ہلاک ہو جائیں گے جبکہ ہمارے اندر نیک لوگ بھی موجود ہوں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں، جب کہ بدی بہت بڑھ جائے۔

گویا جب معاشرے سے اصلاح احوال کی کوشش ختم ہونے لگے، علماء اپنے فرض منصبی سے غافل ہونے لگ جائیں۔ علم کاروبار بن جائے۔ عمل سے خالی وعظ و نصیحت باقی رہ جائے، تو سمجھو کہ ہلاکت و بربادی اس امت کا مقدر بن جاتی ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ کہ ہر دور میں انسان اور معاشرے کے احوال میں بگاڑ پیدا ہوتا رہا ہے۔ جس کو دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو مبعوث کیا۔ جنہوں نے معاشرے سے ہر قسم کے بگاڑ کو دور کیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اصلاح کی یہ ذمہ داری حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کو سونپی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اولیاء و صلحاء کی ایسی جماعتیں معاشرے میں موجود رہیں جنہوں نے انسانی بگاڑ کو دور کرنے کیلئے کوششیں کیں۔

انسانی احوال کا قرآنی اسلوب

اللہ تعالیٰ نے یوں تو ہر نبی کے ذریعے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لیے مختلف شکلوں میں مذہبی تعلیمات پر مبنی احکامات نازل فرماتا رہا۔ لیکن خالق کائنات نے محسن و مقصود کائنات حضور نبی کریم ﷺ کے ذریعے امت مسلمہ کو جس آخری، حتمی، مکمل

اور جامع ترین دین سے نوازا، اور جو دستور حیات، قرآن پاک کی شکل میں عطا کیا وہ اپنے اندر ایک جامع اور مکمل اسلوب اصلاحِ انسانی رکھتاہے۔ ان احوال انسانی کا تعلق عقائد سے ہو یا عبادات سے، معاشرتی زندگی سے ہو یا انفرادی و اجتماعی زندگی سے، الغرض اگر انسان ایک دوسرے کا حق کامل طور پر ادا کرے تو اس سے انسان کے افعال و اعمال اور اخلاق و معاملات میں حسن پیدا ہوتاہے۔ اسی طرح اگر ایمانیات اور عبادات کے تقاضے پورے کیے جائیں تو انسان کے اعمال بھی درست ہونگے اور اخلاق بھی اچھے ہونگے۔

معاشرے میں رہتے ہوئے انسان اپنی معاشی حالت کو بہتر کرنا چاہتاہے، اب وہ کیسے کرے؟ اس کے لیے قرآن نے بہترین اسلوب عطا کیاہے۔ کہ روزی کمانے کے جائز ذرائع ہر انسان کے لیے یکساں طور پر کھلے ہیں۔ معاشی میدان میں جدوجہد کا سب کو مساوی حق حاصل ہوتاہے۔ لیکن اگر اس کے لیے ناجائز ذرائع استعمال کرنا شروع کیے جائیں تو معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوگا اور وہ تباہ و برباد ہو جائیگا۔ چنانچہ معاشرے کو محفوظ و توانا بنانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم ان الفاظ میں دیاہے۔

سود حرام اور اس کی ہر شکل بھی حرام ہے خواہ کسی بھی صورت میں ہو سودی کاروبار کی خواہ وہ کسی بھی شکل میں ہو قطعی ممانعت ہے، کیونکہ سود لینا اور دینا بالکل حرام ہے، آج ہمارے معاشرے میں الا ماشاءاللہ ہر فرد اس میں مبتلا ہے جبکہ قرآن مجید نے اس کو حرام قرر دیاہے۔

ارشاد باری تعالی ہے

وَ أَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبَا [38]

اللہ تعالیٰ نے تجارت کو جائز اور سود کو حرام قرار دیتاہے۔

اسی طرح ملاوٹ بھی ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح چاٹ رہی ہے۔ جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

من غش فلیس منی [39] جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اجتماعی زندگی کا قرآنی اسلوب

انفرادی زندگی کے علاوہ قرآن مجید نے اجتماعی زندگی گزارنے کا اسلوب بھی عطا فرمایاہے۔ مساوات باہمی ہو یا معاشی جدوجہد، قرآن مجید نے اس کا بھی تفصیل سے اسلوب بیان کیاہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ أُمَّةً وَسَطاً لِتَکُونُواْ شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيْداً [40]

اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور (ہمارا یہ برگزیدہ) رسول ﷺ تم پر گواہ ہو۔

انفرادی زندگی سے معاشرہ وجود میں آتا ہے۔اور کسی بھی معاشرے سے ایک ملت اور قوم وجود میں آتی ہے۔اور امت مسلمہ وہ امت ہے جس کو اللہ رب العزت نے خیر امۃ کا لقب عطا فرمایا ہے۔ پس اس کی اجتماعی ذمہ داریوں کا بیان کرتے ہوئے فرمایا

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرونَ بالمعروفِ و تَنهَونَ عَنِ المُنكَرِ [41]

تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہوئے اور برائی سے منع کرتے ہو۔

لہٰذا اجتماعی زندگی کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے بارے میں حسن ظن رکھیں کسی کو بھی اپنی طرف سے ناحق تکلیف نہ ہونے دیں۔ ایکدوسرے کے حقوق و فرائض کا خیال رکھیں اور اپنی تکالیف کو معاشرے کی اصلاح کے لیے قربان کردیں۔ کیونکہ بہترین امت کا وصف پانے والی قوم لوگوں کو بھلائی کی دعوت دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے۔

اسی طرح اگر ہم قرآن پاک کا بغور مطالعہ کریں تو وہ انسان کے احوالِ ظاہری کے ساتھ ساتھ احوالِ باطنی کی اصلاح کو بھی بیان کرتا ہے۔ اور احوال باطنی کا تعلق انسان کی اخلاقیات سے ہے اور اخلاق ہی وہ اعلیٰ اقدار ہوتی ہیں جن سے انسان کے احوال کو نکھارتا ہے۔ اور وہ معاشرے میں صالح کی حیثیت سے جنم لیتا ہے۔ قرآن پاک نے ان اخلاقی تعلیمات کی اصلاح کا ایک مکمل چارٹر عطا کیا ہے۔ وہ قرآنی اخلاقیات درج ذیل ہیں۔

۱	سچ بولنا	۲	جھوٹ کی برائی	۳	علم بے عمل کی مذمت	۴	عام عفو و درگذر	۵	خدا کی راہ میں جان دینا
۶	صبر	۷	توکل	۸	اسراف اور فضول خرچی کی ممانعت	۹	بخل کی برائی	۱۰	حق پر استقامت
۱۱	شکر	۱۲	سخاوت	۱۳	عزیزوں، قرابتداروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیکی	۱۴	نرمی سے بات کرنا	۱۵	سچی گواہی دینا
۱۶	صلح جوئی	۱۷	معاہدوں کا لحاظ رکھنا	۱۸	نیکی کی بات کرنا	۱۹	لوگوں میں محبت پیدا کرنا	۲۰	کسی کو برا بھلا نہ کہنا
۲۱	حق گوئی	۲۲	انصاف پسندی	۲۳	والدین کی خدمت اور اطاعت	۲۴	کسی کو نہ چڑانا	۲۵	برے ناموں سے یاد نہ کرنا
۲۶	امانت	۲۷	گواہی کو نہ چھپانا	۲۸	میانہ روی کی تاکید	۲۹	وعدہ کا ایفاء کرنا	۳۰	آنکھیں نیچی رکھنا

اخلاقیات در حقیقت صفات الٰہی کا سایہ ہیں اور اسی کی صفات کاملہ کے ادنی' ترین مظاہر ہیں۔ انہی اخلاق کو اچھا کہا جائے گا اور وہ معاشرے سے فساد اور بگاڑ کو دور کر کے معاشرے کو جنت نظیر بنا سکتا ہے جو صفات ربانی کا عکس ہونگے۔ اور اُنہی کو برا کہا جائے گا اور اس سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہو گا، جو صفات خدا کے منافی ہونگے لہٰذا انسان کو اپنے احوال کی اصلاح کیلئے قرآنی اسلوب کو اپنانا از حد ناگزیر ہے۔ کیونکہ قرآن پاک نے انسان کی اصلاح اور ہدایت و راہنمائی کیلئے جو اسلوب اختیار کیا وہ بہت جامع اور ہمہ جہت ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کو قرآن مجید نے تشنہ چھوڑا ہو۔ انسانی مزاج اور عقل و فہم کو نشان منزل اور اس تک رسائی عطا کرنے کیلئے قرآن کریم کا اسلوب انتہاء درجے کی خالصیت اور دلسوزی پر مبنی ہے، جس ذرائع ابلاغ سے عقل انسانی مانوس ہوتی ہے۔ قرآن پاک نے اپنی ذرائع کو انسانی ہدایت کیلئے استعمال کیا۔ چاہے وہ ذریعہ ایک بہترین اور پر حکمت داعی کو دعوت کی شکل میں ہو یا خوبصورت طرزِ استدلال کی شکل میں یا بامعنی امثال اور بامقصد قصص کی صورت میں ہو، قرآن نے ہر اسلوب کو انوکھے اور دل موہ لینے والے انداز سے پیش کیا۔ قرآن مجید نے نسل انسانی کو جو ضابطہ حیات عطا کیا اس کو اپنانے سے دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی نصیب ہوتی ہے۔ اگر اس ضابطہ حیات کو پس پشت ڈالدیا جائے تو اس سے انسانی احوال بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہی۔

حواشی و حوالہ جات:

---

[1] ابن منظور افریقی المصری، (م ۷۱۱ھ)، لسان العرب، ۲:۲۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

2 ابی نصر اسماعیل بن حماد الجوھری، (م ۳۹۸ھ)، الصحاح، ۱:۳۳۷، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔

3 محمد مرتضی الزبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ۲:۱۸۲، منشورات، دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت لبنان

4 لوئس معلوف، المنجد فی اللغۃ۔ ۴۳۲، تہران۔ ایران

5 راغب اصفہانی، (م ۵۰۴ھ)، مفردات الفاظ القرآن، ۳۸۹، دار القلم دمشق۔

6 منیر البعلبکی، المورد قاموس الانکلیزی، ۷۷، ۲۰۰۱ء، دار العلم للملایین بیروت۔

7 Oxford advanced leaners, dictionary of current english,chief editor: AP Cowie, page no 1234, oxford university press

8 حافظ عماد الدین ابن کثیر، (م ۷۷۴ھ)، تفسیر قرآن العظیم، ۱:۲۵۷، مترجم ادارہ ضیاء المصنفین، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہو

9 علامہ سید محمد احمد قادری، تفسیر الحسنات، ۱:۳۵۷، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔

10 مفتی اقتدار احمد خان، تفسیر نعیمی، ۴۴۲، ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور۔

11 شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری، تفسیر منہاج القرآن،۲۸۸، منہاج القرآن پبلیکیشنز لاہور۔

12 سید قاسم محمود، اسلامی انسائیکلوپیڈیا۔ ۲۳۴

13 خواجہ میر دد، م۱۷۸۵، علم الکتاب، ۲:۶۹۰، مترجم ڈاکٹر عبد اللطیف ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور۔

14 ایضا

15 البقرہ :۲۲

16 البقرہ :۲۲

17 نساء:۱۱۴

18 البقرہ : 228

19 النساء : 35

20 الاعراف:85

21 ایضا

22 آل عمران: 90

23 الاعراف:85

24 ابی الحسن علی بن محمد الماوردی المصری(م ۴۸۰ھ)، النکت والعیون ماوردی، تفسیر ماوردی،(۲:۲۳۱) دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان

25 احمد مصطفی المراغی، تفسیر المراغی،۱۷۸:۳، دار الفکر بیروت لبنان

26 الدکتور وھبہ الزحیلی۔ تفسیر المغیر فی العقیدۃ الشریعۃ والمنہج،۸:۲۴۰،۷، دار الفکر المعاصر بیروت لبنان

27 ھود : ۸۸

28 امام جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری، الکشاف،۲:۳۹۷، من منشورات البلاغۃ،

29 محمد بن علی بن محمد الشوکانی،(م ۵۴۵ھ) فتح القدیر فی التفسیر(2:144)۔

30 امام حافظ ابی داؤد بن اشوت بن اسحاق الارزی،(م ۲۷۵ھ)، السنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی،(۴:۱۲۲) رقم:۴۳۳۸، دار السلام للنشر والتوزیع

31 احمد بن حنبل، ۲۴۱ھ، المسند حدیث عدی بن عمیرہ الکندی، ۴:۱۹۲ رقم ۱۷۷۵۶، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

32 مریم :۵۹

33 التوبۃ:۸۱

34 مسلم الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان أن الاسلام، بدأ غریباًوسیعودہ ۱۳۰:۱ ر قم ۱۴۵

35احمد بن حنبل، المسند، ۲/ ۱۸۸، رقم ٦٦۵۔

36 احمد بن حنبل المسند، کتاب الایمان باب ماجاءالاسلام بدا غریبا، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض۔

37 بخاری، الصحیح، کتاب الفتن باب فتنۃ یاجوج ماجوج۔۱۲۱۸:۳، رقم ۳۱٦۸

38 البقرہ:287

39 المائدہ :۹۰

40 صحیح المسلم کتاب الایمان باب قول النبی ﷺ من غش فلیس منا،۹۹:۱، رقم:۱۰۱

41البقرہ :۱۴۳